OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں سماجی برائیوں کا حل: ایک تحقیقی جارہ

Solutions of Social Evils in the Light of Seerat-e-Tayyebah (PBUH): A Research Analysis

Dr. Hafiz Abdul Rashid
Assistant Professor, Department of Islamiyat Federal Urdu University of Arts, Science and Technology, Islamabad.
Email: hafizabdulrashid@fuuast.edu.pk

Professor Dr. Ghulam Hussain Babar
Chairman Department of Humanities, Pir Mehr Ali Shah Arid Agriculture University, Rawalpindi.
Email: ghulamhussain@uaar.edu.pk

Received on: 05-04-2025 Accepted on: 07-05-2025

Abstract

Indeed, the sacred life of the Holy Prophet Muhammad (PBUH) is a shining beacon of guidance for every era, every nation, and every individual. It leads humanity out of darkness and into the light. His (PBUH) life is not only a complete model of worship and spirituality, but also a perfect code of conduct for ethics, social dealings, politics, justice, and public welfare. If a person wishes to promote goodness, walk the path of righteousness, or cleanse society of evil, there is no better guide than the life of the Prophet (PBUH). Throughout his (PBUH) life, he practically demonstrated such profound moral principles that not only brought about a revolution in the ignorant society of his time, but also continue to offer a source of reform for the world today. Vices such as theft, backbiting, jealousy, injustice, lying, and sectarianism do not merely degrade individual character — they hollow out the very foundations of society. The elimination of these social evils is only possible when we sincerely adopt the teachings of the Prophet (PBUH), refine our character, and firmly embed truthfulness, integrity, justice, love, and brotherhood into our lives. Today, the need of the hour is not only to read the Seerah (biography) of the Prophet (PBUH) but to understand it wholeheartedly, embody it in our lives, and reflect it practically in our social behavior. Verbal claims alone cannot bring about reform — it is only through action, sincere intention, and walking in the light of the Prophet Muhammad's (PBUH) example that the darkness of social evils can be dispelled, and the foundation of a peaceful, ethical, and righteous society can be laid.

Keywords: Holy Prophet Muhammad (PBUH), Humanity, Worship, Backbiting, Jealousy, Injustice, Sectarianism.

سماجی برائیاں دراصل وہ ناسور ہیں جو معاشرے کے جسمِ واحد کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ یہ وہ منفی رجحانات، افعال اور رویے ہیں جو بظاہر انفرادی سطح پر جنم لیتے ہیں، مگر اپنی تاثیر میں پورے معاشرے کو لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ جب یہ برائیاں عام ہو جائیں، تو وہ صرف کسی

ایک فرد یا طبقے کو نہیں، بلکہ پورے معاشرتی نظام کو عدم توازن، بدامنی اور زوال کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ایسے منفی عناصر انسان کی فطری شرافت، اخلاقی تطہیر اور روحانی ارتقاء کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔بد دیانتی، جھوٹ، چغلی، حسد، غرور، ظلم، فحاشی، سود خوری، رشوت، بے حیائی، فرقہ واریت اور دیگر ایسے ہی افعال معاشرے کے اخلاقی پیکر کو بدنما کر دیتے ہیں۔ان کی موجودگی میں امن، رواداری، ہمدردی اور انصاف جیسی اعلیٰ قدریں یا تو ماند پڑ جاتی ہیں یا بالکل ناپید ہو جاتی ہیں۔انفرادی کردار کی زوال پذیری اجتماعی زوال کو جنم دیتی ہے اور قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ گواہ ہے کہ جب اخلاقی اقدار پامال ہوتی ہیں تو تمدن و تہذیب کا چراغ بھی گل ہو جاتا ہے۔ سماجی برائیاں اس وقت جنم لیتی ہیں جب فرد اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائے، جب والدین اپنی اولاد کی تربیت سے لاپرواہوں، جب تعلیمی ادارے کردار سازی کے بجائے محض ڈگریاں بانٹنے کے مراکز بن جائیں، جب مذہبی و فکری رہنما صرف ظاہری خطابت تک محدود رہیں اور عملی میدان سے کنارہ کش ہو جائیں اور جب قانون نافذ کرنے والے ادارے انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بجائے مفادات کے اسیر ہو جائیں۔ایسی صورت میں معاشرہ رفتہ رفتہ اپنی فکری بنیادیں کھو دیتا ہے، افراد میں باہمی اعتماد ختم ہو جاتا ہے اور ہر شخص اپنی ذات کے گرد گھومنے والے مفادات کا اسیر بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ برائیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی زنجیروں کی مانند ہوتی ہیں۔ مثلاً غربت بسا اوقات چوری کی طرف لے جاتی ہے، چوری عدم تحفظ پیدا کرتی ہے اور پھر عدم تحفظ انتشار کو جنم دیتا ہے۔ یوں یہ ایک ایسا سلسلہ بن جاتا ہے جس سے نکلنے کے لیے محض قوانین نہیں بلکہ فکر، کردار اور رویوں کی اصلاح ناگزیر ہو جاتی ہے۔ سماجی برائیوں کی سب سے بڑی تباہ کاری یہ ہے کہ وہ انسانی ضمیر کو مردہ کر دیتی ہیں۔ جب دلوں سے احساسِ گناہ ختم ہو جائے، جب آنکھوں میں شرم اور زبان پر سچائی باقی نہ رہے، تو افراد سنگ دل، خود غرض اور بے حس ہو جاتے ہیں۔ ایسے افراد سے مل کر جو معاشرہ تشکیل پاتا ہے، وہ بظاہر ترقی یافتہ نظر آ سکتا ہے، مگر اندر سے کھوکھلا، بیمار اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت ساری برائیاں پائی جاتی ہیں جن کا تدارک انتہائی ضروری ہے۔ زیر نظر مضمون میں جھوٹ، غیبت، حسد، تفرقہ بازی، چوری، فضول خرچی، ناانصافی، تکبر، سود اور بے حیائی کا تدارک سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج کا انسان ترقی کے بے شمار وسائل کے باوجود بدترین روحانی، اخلاقی اور سماجی بحران کا شکار ہے۔ فکری انتشار، اخلاقی زوال، اور روحانی خلا نے اُسے ایک ایسی کیفیت میں مبتلا کر دیا ہے جہاں وہ ترقی کی چکاچوند میں اپنی انسانیت کھو چکا ہے۔ ایسے میں اگر ان سماجی برائیوں کا سنجیدگی سے تدارک نہ کیا جائے، تو آنے والی نسلوں کے لیے نہ صرف ایک پرامن معاشرہ تشکیل دینا مشکل ہو گا بلکہ وہ اخلاقی بربادی کا شکار ہو کر اپنی شناخت بھی کھو بیٹھیں گی۔ لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ ان برائیوں کا ادراک کیا جائے، ان کے اسباب کا جائزہ لیا جائے اور اصلاح کی راہیں تلاش کی جائیں۔ اس مقصد کے لیے سب سے مؤثر اور آزمودہ نسخہ سیرتِ رسول ؐ میں موجود ہے، جہاں ہر بگاڑ کا حل، ہر فتنے کا علاج اور ہر خرابی کی اصلاح کا روشن راستہ موجود ہے۔ اسی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے زیر نظر پر کام کیا جا رہا ہے۔

سیرت طیبہ ؐ کی روشنی میں سماجی برائیوں کا حل

جب کسی معاشرے کے افراد باہم محبت، اخوت اور بھائی چارے کے جذبے سے سرشار ہوں تو ایسا معاشرہ گویا زمین پر جنت کا ایک عکس بن

جاتا ہے۔ وہاں امن و سکون کی فضا قائم رہتی ہے، لوگ ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی بنتے ہیں اور خیر و بھلائی کے چشمے ہر سمت بہتے ہیں۔ ایسے معاشرے میں عدل و انصاف پروان چڑھتے ہیں اور افراد کا باہمی تعلق حسنِ سلوک اور رواداری سے مزین ہوتا ہے۔ لیکن اگر انہی افراد میں سے چند لوگ منفی سوچ، برے اعمال اور فساد انگیز طرزِ عمل کو اختیار کر لیں تو وہ پورے معاشرے کی فضا کو آلودہ کر دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ایک ناساز فرد بھی ایک خوشحال سماج کو بگاڑنے کے لیے کافی ہوتا ہے، بالکل ایسے جیسے ایک گندی مچھلی پورے تالاب کو گدلا کر دیتی ہے۔ ان لوگوں کی بدکرداری اور اخلاقی پستی کی وجہ سے وہ افراد بھی متاثر ہوتے ہیں جو نیکی، دیانت اور عزت کے علم بردار ہوتے ہیں۔ نتیجتاً، معاشرتی اقدار پامال ہو جاتی ہیں اور شرافت و دیانت منہ چھپانے لگتی ہے۔ آج کا ہمارا معاشرہ بھی متعدد اخلاقی و سماجی برائیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ جھوٹ، بددیانتی، رشوت، بے حیائی اور ناانصافی جیسے جرائم نے پورے ماحول کو مسموم کر دیا ہے۔ ان گناہوں کے باعث نہ صرف دنیاوی زندگی میں انتشار اور بے سکونی پیدا ہوئی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب و آزمائش کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ مصیبتیں اور پریشانیاں محض ظاہری اسباب کا نتیجہ نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے پیچھے اکثر ہماری اپنی بداعمالیاں کارفرما ہوتی ہیں۔ اصلاح کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا محاسبہ کریں اور برائی کے ہر پہلو سے دوری اختیار کریں۔ سیرت رسولؐ میں ان تمام برائیوں کا حل بتایا گیا ہے۔ ذیل میں سیرت نبوی کی روشنی میں چند سماجی برائیوں کا ذکر کیا جارہا ہے:

ا۔ جھوٹ

جھوٹ ایک ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے انسان کا کردار مشکوک ہو جاتا ہے، اعتبار ختم ہو جاتا ہے اور وہ انسان جھوٹا مشہور ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر جھوٹ کے نہ صرف یہ کہ نقصانات بیان کیے گئے ہیں بلکہ اس سے منع بھی کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔"[1]

"یقیناً وہ انسان جھوٹ باندھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔"

منکرینِ حق کی جانب سے قرآنِ کریم کے حوالے سے جو بے بنیاد الزام رسولِ اکرمؐ پر عائد کیا گیا، کہ نعوذ باللہ آپؐ نے یہ کتاب اپنی طرف سے تصنیف کی ہے، اس آیتِ مبارکہ میں اسی الزام کا دوٹوک اور مدلل رد کیا گیا ہے۔ آیت کے مفہوم کا نچوڑ یہ ہے کہ اس قسم کی سنگین جسارت اور بہتان تراشی صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے خالی ہوں۔ سچائی اور راست گوئی ایمان کا وصف ہے، جبکہ جھوٹ بولنا، بہتان باندھنا اور حقائق کو مسخ کرنا صرف کافروں اور گمراہ لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم ربِ ذوالجلال کا کلام ہے، اور اس کی نسبت رسولِ ہاشمیؐ کی ذاتِ اقدس کی طرف کرنا ایک ایسا جھوٹ ہے جسے عقل و فہم، فطرت اور حقانیت کا کوئی پیمانہ قبول نہیں کرتا۔ یہ آیت ایمان والوں کے لیے یقین کا چراغ روشن کرتی ہے اور باطل پرستوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کو باطل کر کے رکھ دیتی ہے۔[2] جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ مبارکہ میں صدق و کذب کی حقیقت کو نہایت بلیغ انداز میں واضح فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: "سچائی کو اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور نیکی انسان کو جنت

کے راستے پر گامزن کرتی ہے۔ایک شخص جب مسلسل سچ بولتا ہے اور سچائی کو اپنا شعار بنالیتا ہے تو آخر کار وہ اللہ عزوجل کے ہاں 'صدیق' یعنی سچا اور سچائی کا پیکر شمار ہونے لگتا ہے۔اسی کے برعکس، نبی کریمؐ نے جھوٹ سے سختی کے ساتھ اجتناب کا حکم دیا اور فرمایا کہ جھوٹ سے بچو! کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ انسان کو جہنم کی طرف دھکیل دیتا ہے۔جو شخص بار بار جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کو اپنی عادت بنالیتا ہے، وہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب یعنی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔[3] جو انسان جھوٹ چھوڑ دیتا ہے اس کے لیے مختلف انعامات کا اعلان بھی کیا گیا ہے۔جناب انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول محترمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹ جیسی گھٹیا عادت کو خیر باد کہہ دے، اور یہ سمجھ لے کہ جھوٹ سراسر باطل اور ترک کیے جانے کے لائق چیز ہے، تو ایسے سچائی پسند انسان کے لیے جنت کے کنارے ایک خوبصورت گھر کی بشارت دی گئی ہے۔اسی طرح وہ شخص جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے اور نزاع سے کنارہ کشی اختیار کرے، یعنی اپنے موقف کے درست ہونے کے باوجود محض اخلاقی بلندی اور خیر خواہی کی خاطر جھگڑا نہ کرے، اس کے لیے جنت کے درمیانی حصے میں ایک عالی شان مکان تیار کیا جاتا ہے۔اور سب سے بلند مقام اُن کے لیے ہے جنھوں نے اپنے اخلاق کو سنوارا، نرم مزاجی، حلم، بردباری، عفو و درگزر، محبت اور حسنِ سلوک کو اپنا شعار بنایا۔ایسے بااخلاق افراد کے لیے جنت کے اعلیٰ اور بلند ترین درجات میں ایک دائمی مسکن عطا کیا جائے گا۔[4]

یہ حدیثِ مبارکہ ہمیں نہ صرف اعمال کی اصلاح کی دعوت دیتی ہے بلکہ اس بات کی طرف بھی متوجہ کرتی ہے کہ اصل کامیابی اخلاقی و روحانی بلندی میں ہے۔سچائی، تحمل اور خوش اخلاقی وہ زادِ راہ ہیں جو انسان کو رب کی رضا اور جنت کے اعلیٰ ترین مقامات تک پہنچا دیتے ہیں۔رسول محترمؐ نے ۶۴ سال زندگی گزاری، آپؐ نے زندگی کے ان تمام سالوں میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔آپ کے دشمن بھی آپ کی سچائی کی گواہی دیتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپ صادق اور امین کے لقب سے مشہور تھے۔

رسولِ اکرمؐ نے اپنی پاکیزہ حیاتِ مبارکہ کے چونسٹھ سال اس شان کے ساتھ گزارے کہ سچائی ہر ہر لمحے میں آپؐ کی زندگی کا جزوِ لازم رہی۔ آپؐ کی زبانِ مبارک سے کبھی جھوٹ کا ایک لفظ بھی نہ نکلا، حتیٰ کہ آپ کے بدترین مخالفین بھی آپ کی راست گوئی اور دیانت کے معترف تھے۔مکہ کے سنگلاخ ماحول میں، جہاں جھوٹ اور دھوکہ دہی عام تھی، آپؐ کی شخصیت ایک سچے اور امانت دار انسان کی حیثیت سے جگمگاتی رہی۔دشمنوں کی زبان پر بھی جب آپ کا ذکر آتا تو وہ بے ساختہ آپ کو "صادق" اور "امین" کہہ کر پکارتے۔آپؐ کی سچائی نہ صرف قول میں تھی بلکہ عمل، نیت اور ہر تعلق میں جھلکتی تھی۔یہی وصفِ صدق تھا جو آپؐ کے پیغامِ حق کی صداقت پر مہرِ تصدیق بن کر ابھرا اور دلوں کو فتح کرتا گیا۔آپؐ کی زندگی ایک ایسا روشن آئینہ ہے جس میں سچائی کا عکس ہر پہلو سے جھلکتا ہے۔

آپؐ کو جھوٹ سے اتنی زیادہ نفرت تھی کہ اپنی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے والوں کے لیے بھی سخت وعید سنائی۔جناب مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

" إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔"[5]

"میری طرف جھوٹ منسوب کرنے کا حکم وہ نہیں ہے جو کسی دوسرے کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کا حکم ہے، جس نے میری طرف

جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔"

سیرتِ طیبہ ؐ کا گہرا مطالعہ ہمیں اس حقیقت سے روشناس کراتا ہے کہ جھوٹ صرف ایک انفرادی گناہ نہیں، بلکہ ایک ایسی سنگین سماجی برائی ہے جو پورے معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ آپ ؐ کے فرمان کے مطابق جھوٹ انسان کو گناہ کے راستوں کی طرف دھکیل دیتا ہے اور گناہ دوزخ کے باب کو کھول دیتا ہے۔ ایک جھوٹ بولنے والا شخص نہ صرف اپنے ضمیر کو آلودہ کرتا ہے بلکہ دوسروں کے اعتماد کو بھی ٹھیس پہنچاتا ہے۔ اس کا جھوٹ وقتی طور پر اسے فائدہ پہنچا سکتا ہے، مگر انجام کار وہ ذلت، رسوائی اور بدنامی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد معاشرے میں فتنہ، فساد اور بداعتمادی کو جنم دیتے ہیں، جس سے باہمی تعلقات کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ معاشرہ بے سکونی، فریب اور دو رنگی کی دلدل میں دھنس جاتا ہے۔ سیرتِ نبوی ؐ ہمیں بتاتی ہے کہ سچائی سے جڑے رہنا ایمان کی علامت ہے، جبکہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔ جو شخص جھوٹ کو اپنا معمول بنا لیتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بن جاتا ہے۔ دنیا میں وہ عزت و اطمینان سے محروم رہتا ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم جیسا ہولناک انجام ہوتا ہے۔ لہٰذا سیرتِ نبوی ؐ ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ اگر ہم ایک پُرامن، بااعتماد اور خوشحال معاشرہ چاہتے ہیں، تو ہمیں سچائی کو اپنانا ہوگا اور جھوٹ جیسے مہلک زہر سے خود کو اور اپنے معاشرے کو پاک رکھنا ہوگا۔

۲۔ تفرقہ بازی

قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ ؐ میں امتِ مسلمہ کے باہمی اتحاد، محبت، اور اخوت کو نہایت اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا ہے، جس کا ہر عضو دوسرے سے مربوط اور درد میں شریک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتحادِ امت کو دین کی روح اور مسلمانوں کی عزت و وقار کی بنیاد تصور کیا گیا ہے، جب کہ اس اتحاد کے فقدان کو امت کے زوال اور بے وزنی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ کا ہر ورق اس حقیقت کا گواہ ہے کہ دشمنانِ اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد کو کمزور کرنے کی سازشیں کی ہیں۔ اُن کی کوشش یہ رہی ہے کہ امتِ مسلمہ اندرونی اختلافات میں الجھ کر باہم تقسیم ہو جائے، تاکہ اُس کی اجتماعی قوت مضمحل ہو جائے۔ جب ہم اسلامی تاریخ کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کا زوال درحقیقت اُس وقت شروع ہوا جب اُن کا ملی اتحاد متزلزل ہوا اور وہ تفرقہ بازی کا شکار ہو گئے۔ اسلام دشمن قوتوں نے مسلمانوں کے درمیان موجود فقہی، علمی اور فکری اختلافات کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور ان معمولی اختلافات کو اختلافِ امت کی بنیاد بنا کر ہوا دی۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمان گروہوں میں بٹ جائیں، بھائی کو بھائی سے کاٹ دیا جائے، اور وحدتِ امت کا حسین تصور پارہ پارہ ہو جائے۔ یوں وہ خود ترقی کی راہوں پر گامزن ہوں اور امتِ مسلمہ محض ماضی کے شاندار ورثے کے قصے سناتی رہ جائے۔ رسول محترم ؐ نے امتِ مسلمہ کو تفرقہ بازی سے منع کیا۔

اسلامی تعلیمات اس بات کی ترغیب دیتی ہیں کہ آپس کے انتشار اور اختلاف سے بچو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان قوموں کے نقشِ قدم پر چلنے لگو جو تم سے پہلے گمراہی کا شکار ہوئیں، جیسے یہود و نصاریٰ جنہوں نے باہمی اختلافات اور تفرقہ بازی میں اپنی وحدت کھو دی، حتیٰ کہ ان کے درمیان عداوت اور دشمنی جڑ پکڑ گئی اور ان کا ہر گروہ دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گیا۔ یا اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

اسلام کی روشنی ملنے کے بعد دوبارہ اُس جہالت بھرے دور کی طرف نہ لوٹ جاؤ، جب تم قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے، دشمنیاں تمہاری فطرت بن چکی تھیں اور بغض و عناد تمہارے دلوں میں رچ بس گیا تھا۔ اسلام نے تمہیں ایک امت بنایا، دلوں کو جوڑا، نفرتوں کو محبت میں بدلا اور دشمنوں کو بھائی بنا دیا۔ لہٰذا اختلاف و تفرقے کی طرف لوٹنا گویا اُس نعمتِ وحدت کی ناشکری ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہوئی۔ جب رسول محترم ؐ نے جناب معاذ بن جبلؓ اور جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن بھیجا تو بھیجتے وقت ان یہ نصیحت فرمائی:

"يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔"[6]

"انسانوں کے لیے آسانیاں تلاش کرنا، ان کے لیے مشکلات پیدا نہ کرنا، ان میں خوشیاں بانٹنا، ان میں نفرت نہ پھیلانا، تم دونوں آپس میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔"

اختلاف کرنا اور تفرقہ بندی پیدا کرنا شیطان کا کام ہے۔ اسلام نے ہمیشہ شیطان کی پیروی کرنے سے منع کیا ہے۔ رسول محترم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ لوگ اس کی عبادت کریں گے لیکن وہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کا کام ضرور کرے گا۔[7]

یہ پسِ منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلام کا پیغام وحدت، اخوت اور یگانگت پر قائم ہے۔ قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دینِ اسلام نے ہر قسم کی فرقہ بندی، گروہ بندی اور نفاق سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا لبِ لباب یہی ہے کہ مسلمان ایک جسدِ واحد کی مانند ہوں، اگر اس جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم درد محسوس کرے۔ لیکن جب مسلمان آپس میں اختلافات کا شکار ہو جائیں، اور فرقہ واریت کی دلدل میں دھنس جائیں، تو نہ صرف ان کی اجتماعی قوت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے بلکہ ان کی عظمت، رعب اور دبدبہ بھی زائل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا، امتِ مسلمہ کی بقا، سربلندی اور وقار اسی میں مضمر ہے کہ وہ اپنے اندر وحدت، رواداری اور بھائی چارے کو فروغ دے اور ہر اس سوچ سے کنارہ کش ہو جائے جو تفرقے اور نفرت کو جنم دیتی ہے۔

۳۔ رشوت

آج کا زمانہ ترقی کی دوڑ میں سرپٹ بھاگ رہا ہے، ہر روز نئی ایجادات اور سہولیات انسانی زندگی کو آسان سے آسان تر بناتی جا رہی ہیں۔ مگر اسی ترقی یافتہ ماحول میں رشوت جیسی لعنت نے بھی اپنی صورتیں بدل لی ہیں۔ اب رشوت محض کاغذی نوٹوں کا نام نہیں رہی، بلکہ اس کی نئی نئی شکلیں وجود میں آ چکی ہیں۔ اگر کوئی عام شخص کسی ماتحت افسر کو رشوت دیتا ہے تو وہ شاید چند نوٹوں تک محدود ہو، لیکن جب یہی عمل کسی بااختیار، صاحبِ منصب یا وزیر کے ساتھ کیا جائے تو وہ کسی قیمتی تحفے، عالی شان بنگلے، جدید گاڑی، یا غیر ملکی سیر کے پُر تعیش ٹکٹ کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جسے ظاہری طور پر "تحفہ" یا "نذرانہ" کا خوشنما عنوان دیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ رشوت کی جدید اور نفیس شکلیں ہیں، جن کے ذریعے مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز۔ اس لیے رشوت کو صرف نوٹوں تک محدود سمجھنا سادہ لوحی ہے، ہر وہ چیز جو کسی طاقتور یا بااختیار شخص کو اس کی خوشنودی، رعایت یا نرمی کے بدلے دی جائے، وہ درحقیقت رشوت ہی کہلائے گی، چاہے اسے

کسی بھی رنگ و عنوان میں پیش کیا جائے۔ میر سید شریف علی جرجانی نے رشوت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"ما يعطى لإبطال حق ، أو لإحقاق باطل۔"[8]

"حق کو ختم کرنے یا باطل کو حاصل کرنے کے لیے جو بھی چیز دی جائے اسے رشوت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

رسول محترمؐ نے رشوت جیسے ناسور کو نہ صرف یہ کہ ناپسند کیا بلکہ آپ نے اس کام سے سختی سے منع بھی کیا ہے۔ جناب عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

"لَعَنَ رَسُولُ اللَّه الرَّاشي وَالْمرتَشي۔"[9]

"رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر حضورؐ نے لعنت بھیجی ہے۔"

رشوت کی ایک چالاک اور باریک صورت یہ بھی ہے کہ بااثر افسران و حکام کو قیمتی تحائف پیش کیے جاتے ہیں، جن کا مقصد محض خیر سگالی یا محبت کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پردے میں درپردہ مقاصد چھپے ہوتے ہیں۔ ان تحائف کے ذریعے ان افسران سے ذاتی مفادات حاصل کیے جاتے ہیں، ان سے ناجائز کاموں میں نرمی یا سہولت طلب کی جاتی ہے، اور یوں تعلقات کا سہارا لے کر قانون و ضابطے کی دیوار کو پھلانگا جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ عمل تحفے کا لبادہ اوڑھے ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ رشوت کی ایک نرم اور دھوکہ دہ صورت ہوتی ہے۔ رسول اکرمؐ نے اس روش کی سختی سے مذمت فرمائی ہے اور واضح ہدایت دی ہے کہ جو بھی شخص حکومتی یا عوامی عہدے پر فائز ہو، وہ عوام سے کسی قسم کا تحفہ نہ لے، کیونکہ ایسے تحائف دراصل امانت میں خیانت اور منصب کی بے حرمتی کے مترادف ہیں۔ اس لیے شریعت کی نظر میں یہ قیمتی تحائف، اگر ذاتی مفاد کے حصول کے لیے دیے جائیں، تو کسی صورت میں جائز نہیں اور رشوت کے زمرے میں آتے ہیں۔ جناب ابو حمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ایک شخص، جسے ابن لُتبیہ کہا جاتا تھا، کو قبیلہ بنو سُلیم سے زکوٰۃ لینے کے لیے مقرر فرمایا۔ جب وہ اپنی ڈیوٹی مکمل کر کے واپس آیا اور حساب پیش کیا تو اس نے عرض کیا کہ یہ مال آپ کا ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے۔ اس پر حضورِ اکرمؐ نے نہایت بلیغ انداز میں فرمایا کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہتے اور دیکھتے کہ کیا تمھیں یہ تحفے ملتے؟ پھر آپ نے صحابۂ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور ارشاد فرمایا کہ جب میں تم میں سے کسی کو ایسی جگہ عامل مقرر کرتا ہوں جس کا اختیار اللہ نے مجھے دیا ہے، تو وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ مال ریاست کا ہے اور یہ مجھے بطورِ ہدیہ دیا گیا ہے۔ ایسا کیوں نہ کیا کہ وہ شخص اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا اور دیکھتا کہ کیا وہاں اسے ایسے تحفے ملتے؟ خدا کی قسم! جو شخص کسی بھی چیز کو بلا حق لے گا، وہ قیامت کے دن اُسے اپنے کندھوں پر اٹھائے حاضر ہوگا—— کوئی اونٹ ہوگا جو آواز نکال رہا ہوگا، یا گائے جو چلا رہی ہوگی، یا بکری جو ممیّا رہی ہوگی۔ پھر آپؐ نے اپنا مبارک ہاتھ بلند فرمایا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہونے لگی اور فرمایا کہ اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟[10]

جس معاشرے میں رشوت جیسے ناسور کو قبولِ عام حاصل ہو جائے، وہاں بدعنوانی ایک معمول بن جاتی ہے اور نظامِ حکومت اندر سے کھوکھلا ہونے لگتا ہے۔ رشوت کا فروغ نہ صرف اداروں کی شفافیت کو داغ دار کرتا ہے بلکہ انتظامیہ کی کارکردگی کو بھی بری طرح متاثر کرتا ہے۔ جب

میرٹ اور انصاف کی جگہ تعلقات اور رقم لے لیں، تو پھر قابلیت، دیانت اور خدمت جیسی اعلیٰ اقدار دم توڑ دیتی ہیں۔ ایسے معاشروں میں عوام اور حکومتی طبقے کے درمیان فاصلہ بڑھنے لگتا ہے، عوام اپنے مسائل کے حل کے لیے جب بھی کسی دفتر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تو انہیں انصاف کی بجائے سفارش یا رشوت کا مطالبہ سننے کو ملتا ہے۔ اس سے عوام کا اعتماد نہ صرف حکمرانوں بلکہ پورے نظام سے اٹھ جاتا ہے، اور وہ خود کو بے بس اور لاوارث محسوس کرنے لگتے ہیں۔ دوسری طرف، سرکاری افسران جو عوام کی خدمت کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں، وہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کے مال و دولت پر نظریں جما لیتے ہیں۔ یوں ایک ایسا گھناؤنا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں حق دب جاتا ہے اور باطل کو فروغ حاصل ہوتا ہے، اور پورا معاشرہ اخلاقی زوال کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔

۴۔ ناانصافی

رسولِ محترم ؐ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت پوری آب و تاب کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ ؐ کی پوری زندگی عدل و انصاف کا عملی نمونہ تھی۔ آپ ؐ نے نہ صرف خود ہر معاملے میں عدل کو اپنی سیرت کا محور بنایا بلکہ اپنی امت کو بھی بار بار عدل و مساوات کی تلقین فرمائی۔ آپ ؐ کے فیصلے ہمیشہ حق و صداقت پر مبنی ہوتے تھے، چاہے معاملہ قریبی رشتہ دار کا ہو یا کسی اجنبی کا، آپ ؐ کی عدالت میں سب برابر تھے۔ آپ ؐ کے نزدیک نہ دولت، نہ حسب و نسب اور نہ ہی کسی کی سماجی حیثیت فیصلہ کن حیثیت رکھتی تھی، بلکہ فیصلہ صرف حق و انصاف کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔ آپ ؐ نے عدل کو صرف عدالت تک محدود نہیں رکھا، بلکہ روزمرہ زندگی کے تمام پہلوؤں معاشرت، معیشت، تجارت، عبادات اور تعلقات میں عدل کو مرکزیت دی، تاکہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے جو ظلم، ناانصافی اور استحصال سے پاک ہو۔ آپ ؐ کی تعلیمات آج بھی دنیا کے ہر منصف مزاج انسان کے لیے روشنی کا مینار ہیں، جو ہمیں بتاتی ہیں کہ ایک پُرامن، مستحکم اور فلاحی معاشرے کی بنیاد صرف اور صرف عدل و انصاف پر ہی رکھی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں ناانصافی کو ختم کرنے اور انصاف کو ترویج دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک دفعہ آپ ؐ نے ایک خاتون کے بارے میں فیصلہ کیا اس عورت کے ہاتھ ضرورت کاٹے جائیں گے کیونکہ اس نے چوری کی ہے۔[11]

یہ روایت ہمیں ایک نہایت اہم اصول سے آگاہ کرتی ہے کہ کسی بھی معاشرے کی فلاح و استحکام اسی وقت ممکن ہے جب ہر سطح پر ناانصافی کا خاتمہ کیا جائے اور عدل و انصاف کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ ایک ایسا معاشرہ، جہاں انصاف کا بول بالا ہو، وہاں ظلم، استحصال اور بدامنی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ عدل نہ صرف انفرادی کردار کو نکھارتا ہے بلکہ اجتماعی زندگی میں توازن، امن اور اعتماد کو فروغ دیتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد، خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، قانون و انصاف کے دائرے میں برابر ہو، اور فیصلے ذاتی تعلقات یا مفادات کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق اور اصولوں کی روشنی میں کیے جائیں۔ جب تک انصاف کو فروغ نہ دیا جائے اور ناانصافی کا قلع قمع نہ کیا جائے، اس وقت تک کوئی معاشرہ حقیقی ترقی اور پائیدار امن حاصل نہیں کر سکتا۔

۵۔ حسد و بغض

حسد ایک خطرناک روحانی بیماری ہے، جو دل کو زہر آلود کرتی اور نفس کو اندھی خواہشات کا غلام بنادیتی ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے کے پاس کوئی نعمت، کامیابی یا خوبی دیکھتا ہے تو بجائے شکر اور خیر خواہی کے، وہ اس تمنا میں جلنے لگتا ہے کہ یہ نعمت اس فرد سے چھن جائے۔ یہ کیفیت نہ صرف دل میں بغض، کینہ اور نفرت کا بیج بوتی ہے بلکہ انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ حسد دل کی وہ آگ ہے جو بظاہر دوسروں کے خلاف بھڑکتی ہے، مگر سب سے پہلے حسد کرنے والے کو ہی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہ بیماری انسان کو نیکیوں کی توفیق سے محروم کر دیتی ہے، اس کے دل سے سکون، ذہن سے طمانینت اور زندگی سے برکت چھین لیتی ہے۔ حسد کرنے والا ہمیشہ بے چینی، محرومی اور غصے کی کیفیت میں جیتا ہے، اور رفتہ رفتہ وہ صالح اعمال، اخلاص اور روحانی پاکیزگی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حسد کو سختی سے منع فرمایا ہے اور اسے ایمان کی ضد قرار دیا ہے، کیونکہ جہاں حسد ہو، وہاں خیر خواہی، اخوت اور محبت پنپ نہیں سکتی۔ جناب ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔"[12]

"برے گمانوں سے بچو کیونکہ براگمان اکثر جھوٹ ہوتا ہے، لوگوں کے عیب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔"

یہ پسِ منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے حسد کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے معاشرے کا ماحول خراب ہو جاتا ہے، سماج میں لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے معمول بن جاتے ہیں۔

۶۔ فضول خرچی اور اسراف

اسلام ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں سادگی، اعتدال اور میانہ روی کو اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ دین انسان کو اسراف، فضول خرچی، بے جا عیش و عشرت اور دکھاوے پر مبنی طرزِ زندگی سے روکتا ہے، بلکہ ان چیزوں کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ اسلام کا پیغام یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو توازن، سادگی اور قناعت کے اصولوں پر استوار کرے، تاکہ نہ صرف اس کی اپنی زندگی میں سکون ہو بلکہ معاشرے میں بھی عدل، برکت اور ہمدردی کو فروغ ملے۔ نمود و نمائش کی روش نہ صرف اخلاقی گراوٹ کا سبب بنتی ہے بلکہ معاشرتی بگاڑ اور طبقاتی تفاوت کو بھی جنم دیتی ہے، جس سے حسد، محرومی اور بے چینی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام کی نظر میں وہی طرزِ زندگی پسندیدہ ہے جو فضول خرچی سے پاک، میانہ روی پر قائم اور دل کی پاکیزگی و خلوص کا آئینہ دار ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔"[13]

"اور فضول خرچی نہ کرو یقیناً اللہ تعَالیٰ فضول خرچ انسان کو پسند کو نہیں فرماتا۔"

قرآن کریم کے کچھ مقامات پر فضول خرچ انسان کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ خرچ کرنے کے حوالے سے اسلام کہتا ہے کہ اعتدال کو اپنالو۔ رسول محترمؐ نے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔آپ کے فرمان کے مطابق خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے۔[14] دوسرے فرمان کے مطابق میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی بھی محتاج نہیں ہو گا[15]۔آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ معیشت میں میانہ روی اختیار کرنا بھی انسان کی دانائی میں شامل ہے۔[16]

اس تناظر سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ فضول خرچی اور اسراف محض انفرادی بگاڑ کا سبب نہیں، بلکہ ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جو پورے سماج کو محتاجی، غربت اور عدمِ استحکام کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ جب وسائل کو غیر ضروری امور میں ضائع کیا جانے لگے اور نمود و نمائش کو زندگی کا مقصد بنالیا جائے، تو پھر معاشرے میں توازن بگڑ جاتا ہے اور حقیقی ضرورت مند افراد محرومی کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے اسراف اور فضول خرچی کی نہ صرف مذمت فرمائی، بلکہ اس کے مقابلے میں میانہ روی، اعتدال اور قناعت کو اپنانے کی تلقین کی۔ آپؐ کی سیرتِ مبارکہ میں جابجا ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں سادہ زندگی، توازن اور خرچ میں میانہ روی کو سراہا گیا۔ آپؐ نے میانہ روی اختیار کرنے والوں کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ ان کی تعریف بھی فرمائی، کیونکہ یہ طرزِ زندگی فرد کو بھی سکون عطا کرتا ہے اور معاشرے میں بھی فلاح و برکت کا باعث بنتا ہے۔

۷۔ غیبت

غیبت ایک مذموم اور گھناؤنا اخلاقی جرم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کے ایسے عیب کو بیان کیا جائے جو وہ خود سننا پسند نہ کرے۔ اگر وہ عیب واقعی اُس میں موجود ہو تب بھی اس کا ذکر کرنا غیبت کہلاتا ہے، اور اگر وہ عیب اس میں موجود ہی نہ ہو، تو یہ بہتان، یعنی جھوٹا الزام بن جاتا ہے، جو گناہِ کبیرہ کی بدترین شکل ہے۔ دینِ اسلام نے انسان کی عزت و حرمت کو بے حد اہمیت دی ہے اور غیبت و بہتان جیسے افعال کو نہ صرف سختی سے ممنوع قرار دیا بلکہ انہیں روحانی و معاشرتی بیماریوں میں شمار کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دے کر اس کی شدت و قباحت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ عمل نہ صرف فرد کے اخلاق کو داغ دار کرتا ہے بلکہ معاشرتی تعلقات کو بھی زہر آلود کر دیتا ہے، چنانچہ ایک پاکیزہ، پُرامن اور بااعتماد معاشرہ تشکیل دینے کے لیے ضروری ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے اور دوسروں کی عزت و آبرو کا مکمل خیال رکھا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"و لَا يغْتَب بَّعضكُم بعضاً۔"[17]

"اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں۔"

جناب ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے ایک روز اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عاجزی سے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر ایسے انداز میں کرو جو اُس کے لیے ناگوار ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! اگر وہ بات واقعی اُس میں موجود ہو تو؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ

بات واقعی اُس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ بات اس میں نہیں پائی جاتی، تو پھر تم نے اس پر بہتان باندھا، جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔[18]

یہ فرمانِ نبویؐ نہ صرف زبان کی پاکیزگی کا درس دیتا ہے بلکہ انسان کے باطن کی اصلاح کا بھی ذریعہ ہے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اُس کی خامیوں کا چرچا کرنا انسانی وقار کے خلاف اور معاشرتی زہر ہے۔ اگر ہم سچ بولتے ہوئے بھی کسی کی دل آزاری کا سبب بنیں، تو یہ عمل غیبت کہلاتا ہے، اور اگر بات جھوٹ ہو تو بہتان جیسا سنگین جرم بن جاتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ ہم اپنی زبان کو قابو میں رکھیں اور دوسروں کے عیوب چھپانے کو اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھیں۔ یہ پسِ منظر ہمیں اس حقیقت سے روشناس کراتا ہے کہ غیبت محض ایک انفرادی اخلاقی کمزوری نہیں بلکہ ایک ایسی خطرناک سماجی بیماری ہے جو رفتہ رفتہ پورے معاشرے کو زوال اور تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ جب افراد ایک دوسرے کی غیر موجودگی میں اُن کے عیوب کا چرچا کرتے ہیں، تو دلوں میں نفرت، بدگمانی اور بغض جنم لیتے ہیں۔ باہمی اعتماد کا رشتہ کمزور ہونے لگتا ہے، اور اخوت و بھائی چارے کی فضا پراگندہ ہو جاتی ہے۔ غیبت نہ صرف فرد کی روحانی پاکیزگی کو مجروح کرتی ہے بلکہ ایک صالح اور مہذب معاشرے کے قیام میں بھی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اسلام نے اس عمل کو سختی سے ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ یہ انسان کی عزت و حرمت پر حملہ ہے، جسے شریعت نے نہایت قیمتی اور محترم گردانا ہے۔ غیبت کرنے والا شخص خود اپنے نیک اعمال کو ضائع کر بیٹھتا ہے، جب کہ جس کی غیبت کی جاتی ہے، وہ مظلوم بن کر اللہ کی بارگاہ میں فریادی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں غیبت کو یوں تشبیہ دی گئی ہے گویا کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہو، جو ایک نہایت مکروہ اور نفرت انگیز عمل ہے۔ لہٰذا ایک صالح، پرامن اور باوقار معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنی زبان کو قابو میں رکھے، دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے، اور باہمی محبت، خیر خواہی اور عزت و احترام کی فضا قائم رکھنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

۸۔ تکبر

تکبر ایک مہلک اخلاقی بیماری ہے جو انسان کے باطن کو زنگ آلود کر دیتی ہے اور اس کی روحانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس میں انسان اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتا ہے۔ یہ احساسِ برتری کبھی دولت و جاہ کے غرور سے جنم لیتا ہے، کبھی حسن و جمال پر ناز سے، کبھی قوت و اقتدار کی شیخی سے، اور کبھی عبادت و ریاضت پر فخر کرنے سے۔ مگر جو بھی سبب ہو، نتیجہ ہمیشہ تباہی و ہلاکت کی صورت میں نکلتا ہے۔ متکبر نہ صرف حق کو رد کرتا ہے بلکہ دوسروں کو حقیر جان کر اپنے آپ کو گمراہی کے اندھیرے میں دھکیل دیتا ہے۔ اس کے دل میں عاجزی کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی، حتیٰ کہ وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ یہی تکبر آخر کار انسان کے ایمان کو بھی چاٹ جاتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتا ہے، کیونکہ ربِ کائنات کو غرور کرنے والے بندے سخت ناپسند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں اس بری عادت کو اپنانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ رسول محترمؐ کی پوری سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ عاجزی وانکساری کو اپنایا تھا۔ جناب عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ

نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ۔"[19]

"جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جاسکے گا۔"

جناب ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند۔ جس انسان نے ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے متعلق بھی میرے ساتھ لڑائی کی تو میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔[20]

رسول اکرمؐ کے اقوال واعمال سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ ہمیشہ عاجزی وانکساری کو اپنایا اور تکبر جیسی بیماری سے ہمیشہ دور رہے بلکہ دوسروں کو بھی اس خطرناک روحانی بیماری سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔

۹۔ سود

سود کا خاتمہ سیرتِ رسولؐ کا ایک نمایاں اور انقلابی پہلو ہے۔ آپؐ نے جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کی تو سب سے پہلے معاشی انصاف کو رائج کیا اور سودی نظام کی جڑیں کاٹ دیں۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ جاہلیت کا ہر سود باطل ہے اور سب سے پہلے اپنے چچا عباسؓ کا سود معاف کر کے عملی مثال قائم کی۔ آپؐ کی زندگی عدل، مساوات اور ہمدردی کا عملی نمونہ تھی، اور سود ان تمام اقدار کے خلاف ہے۔ سیرتِ نبویؐ ہمیں سکھاتی ہے کہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جہاں لین دین پاکیزگی اور خیر خواہی پر مبنی ہو۔ سود کے خاتمے کے لیے رسول محترمؐ نے جو عملی اقدامات فرمائے اس حوالے سے جناب ابوحرہ رقاشی اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ایامِ تشریق کے دوران رسولِ اکرمؐ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے تھے اور آپؐ کے گرد جمع ہجوم کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ اسی دوران نبی کریمؐ نے اعلان فرمایا: "لوگو! خوب سن لو، دورِ جاہلیت کا ہر سود آج کے دن باطل قرار دیا جا رہا ہے۔ جان لو! اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سب سے پہلا سود جو ختم کیا جا رہا ہے، وہ عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔ تمہیں صرف اپنا اصل سرمایہ ملے گا، نہ تم کسی پر زیادتی کروگے اور نہ تم پر زیادتی کی جائے گی۔[21] جناب عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول محترمؐ نے ارشاد فرمایا جب کسی قوم یا بستی میں بے حیائی عام ہو جائے اور لین دین میں سود رچ بس جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتی ہے۔[22] ایسا معاشرہ اپنے انجام کے قریب ہوتا ہے، اور ربِ کائنات کی طرف سے اس کی بربادی کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے۔ جب گناہ کھلم کھلا ہونے لگیں اور حلال و حرام کی تمیز مٹ جائے، تو وہ بستی ہلاکت کے دہانے پر پہنچ جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم، فحاشی اور ناحق مال خوری کو زیادہ دیر برداشت نہیں فرماتا۔ ایسی بستی پر عذاب آنا طے ہو جاتا ہے جب وہاں خیر کے بجائے شر کو فروغ ملنے لگتا ہے۔

۱۰۔ بے حیائی

نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ ہر پہلو سے انسانیت کے لیے نمونہ ہے، خصوصاً حیا اور پاکدامنی کے باب میں آپؐ کی زندگی ایک روشن مثال ہے۔ آپؐ نے نہ صرف خود اعلیٰ درجے کی حیا اختیار فرمائی بلکہ امت کو بھی بے حیائی سے سختی سے روکا۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے، اور جس دل میں حیا نہ رہے وہاں ایمان باقی نہیں رہتا۔ آپؐ نے ایسے ماحول میں بھی پاکیزگی کا درس دیا جہاں بے حیائی عام تھی۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ

ہمیں سکھاتی ہے کہ معاشرے کی اصلاح حیا سے ممکن ہے، اور بے حیائی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ رسول اکرمؐ کی حیاء سے متعلق جناب ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ پردہ دار کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آتی تو اس کا اندازہ ہمیں آپ کے چہرہ اقدس سے ہو جاتا تھا۔[23] جناب ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ فضیلت والا شعبہ "لاالہ الااللہ" کا اقرار کرنا ہے اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔[24] یہ پسِ منظر اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ بے حیائی ایک ایسی برائی ہے جس کی وجہ سے معاشرہ پستی کا شکار ہو جاتا ہے۔

نبی کریمؐ کی زندگی انسانیت کے ہر پہلو کے لیے کامل نمونہ ہے، اور معاشرتی مسائل کا پائیدار حل بھی اسی سیرت میں پوشیدہ ہے۔ معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹنے والی برائیاں جھوٹ، غیبت، حسد، تفرقہ بازی، چوری، فضول خرچی، ناانصافی، تکبر، سود اور بے حیائی ایسے ناسور ہیں جو فرد اور اجتماع دونوں کو زوال کی طرف لے جاتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے نہ صرف ان برائیوں کی سختی سے مذمت فرمائی بلکہ اپنی عملی زندگی میں ان کے خاتمے کے لیے اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار کو فروغ دیا۔ آپؐ نے سچائی، امانت، عدل، ایثار، قناعت اور اخوت جیسے اوصاف کے ذریعے ایک ایسا معاشرہ قائم فرمایا جہاں نہ جھوٹ کو جگہ ملی، نہ چوری کو، نہ حسد نے سر اٹھایا اور نہ ہی فرقہ واریت نے فساد برپا کیا۔ غیبت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ یہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، جو اس عمل کی قباحت کو نمایاں کرتا ہے۔ اسی طرح فضول خرچی کو شیطانی عمل قرار دے کر اعتدال کی راہ اپنانے کی تلقین کی گئی۔ اس مضمون میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر ہم سیرتِ نبویؐ کو اپنے کردار و عمل کا مرکز بنالیں، تو نہ صرف یہ برائیاں ختم ہو سکتی ہیں بلکہ ایک پرامن، صالح اور فلاحی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ان تعلیمات کو صرف پڑھیں نہیں، بلکہ ان پر دل و جان سے عمل پیرا ہوں۔

خلاصہ بحث

یقیناً رسول اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ ہر دور، ہر قوم اور ہر فرد کے لیے ہدایت کا روشن مینار ہے، جو انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ آپؐ کی زندگی نہ صرف عبادات اور روحانیت کا مکمل نمونہ ہے بلکہ اخلاق، معاشرت، سیاست، عدل و انصاف اور سماجی فلاح و بہبود کے لیے بھی ایک کامل دستور حیات ہے۔ اگر انسان اچھائیوں کو فروغ دینا چاہے، نیکی کے راستوں پر چلنا چاہے، یا معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنا چاہے، تو اُسے سیرتِ رسولؐ سے بہتر کوئی راہنما نہیں مل سکتا۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں ایسے عظیم اخلاقی اصولوں کو عملی صورت میں پیش کیا جو نہ صرف اُس وقت کے جاہلانہ معاشرے میں انقلاب کا باعث بنے، بلکہ آج بھی اُن کی روشنی میں دنیا کی اصلاح ممکن ہے۔ چوری، غیبت، حسد، ناانصافی، جھوٹ، اور تفرقہ بازی جیسے ناسور صرف انفرادی کردار کو نہیں گراتے بلکہ پورے معاشرے کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ ان برائیوں کا خاتمہ صرف تب ممکن ہے جب ہم سچے دل سے آپؐ کی تعلیمات کو اپنائیں، اپنے کردار کو سنواریں اور اپنی زندگیوں میں سچائی، دیانت، عدل، محبت، اور بھائی چارے کو راسخ کریں۔ آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم سیرتِ طیبہ کو نہ صرف پڑھیں بلکہ اسے

دل وجان سے سمجھیں، اپنی زندگیوں میں اُتاریں اور اسے اپنے معاشرتی رویوں میں عملی طور پر ڈھالیں۔ صرف زبانی دعوؤں سے اصلاح ممکن نہیں، بلکہ عمل، خلوصِ نیت اور سیرتِ محمدیؐ کی روشنی میں سفر ہی وہ واحد راستہ ہے جو معاشرتی برائیوں کے اندھیروں کو ختم کر کے ایک پر امن، بااخلاق اور صالح معاشرے کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

نتائج بحث

درج بالا بحث سے حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ جھوٹ ایک ایسی لعنت ہے جس کی وجہ معاشرہ نہ صرف یہ کہ تباہ ہو جاتا ہے بلکہ آنے والے نسلیں بھی اس بیماری کی وجہ سے مفلوج ہو جاتی ہیں۔

۲۔ غیبت ایک ایسی سماجی بیماری ہے جس کا تدارک بھی سیرت نبوی میں بڑے احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ حسد ایک برائی ہے جو نہ صرف یہ کہ دوسروں کی بربادی کا سبب بنتی ہے بلکہ یہ برائی خود حاسد کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے رسول محترمؐ نے اس سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

۴۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تفرقہ بازی ایک ایسی برائی ہے جس کی وجہ سے امت کمزور ہو جاتی ہے اور امت کا رعب ودبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔

۵۔ فضول خرچی اور اسراف ایک ایسی خصلت ہے جس کی وجہ سے انسان کو فقر کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت طیبہ میں اس برائی سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

۶۔ ناانصافی ایک ایسا عیب ہے جس کی وجہ ظالم کو نجات اور مظلوم کو سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ناانصافی جیسے عیب سے دور رہا جائے۔

حوالہ جات

[1] النحل: 105

[2] خازن، علی بن محمد، تفسیر خازن، ج3، ص144، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن

[3] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ: یا یہا الذین آمنو۔۔۔، حدیث 6094، دار صادر، بیروت، 2001م

[4] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المراء، حدیث: 2000، دار صادر، بیروت، 1998م

[5] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت، حدیث: 1229

[6] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔۔، حدیث 3038

[7] احمد بن حنبل، حدیث 19774، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن

8 الجرجانی، میر سید شریف علی، التعریفات، ص111، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن

9 السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الاقضیۃ، باب فی کراہیۃ الرشوۃ، حدیث3570، دار صادر، بیروت، 1995م

10 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحیل، باب احتیال العامل لیھدی لہ، حدیث6979

11 النسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب قطع السارق، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر الزہری۔۔۔۔، حدیث4901، دار صادر، بیروت، 1998م

12 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب ماینہیٰ عن التحاسد والتدابر، حدیث6064

13 الاعراف:31

14 الطبرانی، المعجم الکبیر، ج:10، ص108، داراحیاء التراث، بیروت، 2001م

15 الہیثمی، مجمع الزوائد، ج:10، ص252، دارالکتب العلمیہ، بیروت، س ن

16 ابن ابی شیبہ، المصنف، ج7، ص124، دار صادر، بیروت، س ن

17 الحجرات:12

18 القشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الغیبۃ، حدیث6593، دار صادر، بیروت، 1997م

19 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہؐ، باب ماجاء فی الکبر، حدیث1999م

20 ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، کتاب الزہد، باب البراءۃ من الکبر والتواضع، حدیث4147

21 الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن، من کتاب البیوع، باب فی الربا الذی کان فی الجاہلیۃ، حدیث2570، دار صادر، بیروت، 2000م

22 الذہبی، کتاب الکبائر، ص69، دارالکتب العلمیہ، بیروت، س ن

23 ابن ابی شیبہ، المصنف، حدیث25346، دار صادر، بیروت، س ن

24 النسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب الایمان وشرائعہ، باب ذکر شعب الایمان، حدیث5005

References

1. Al-Nahal:105
2. Khazin,Ali Bin Muhammad,Tafseer Khazin,Vol:3, P:144,Dar ul Kutab Ilmia ,Berot
3. Al- Bukhari, Muhammad Bin Islamaeel,Al-Jame Al- Saheeh,Hadith6094, Dar e Sadir, Beroot,2001
4. Al-Tirmazi,Muhammad Bin Eisa,Al-Jame, Hadith:2000, Dar e Sadir, Beroot,1998
5. Al- Bukhari, Muhammad Bin Islamaeel,Al-Jame Al- Saheeh,Hadith1229
6. Al- Bukhari, Muhammad Bin Islamaeel,Al-Jame Al- Saheeh,Hadith3038
7. Ahmad Bin Hanbal, Hadith 19774, Dar ul Kutab Ilmia, Beroot
8. Al-Jurjaani, Meer Syed Sharif Ali, Al-Tareefaat, P111, Maktaba Rehmania, Lahore
9. Al-Sajastaani, Abu Dawood Suleman Bin Ashaas, Al-Sunan,Hadith3570, Dar e Sadir, Beroot,1995
10. Al- Bukhari, Muhammad Bin Islamaeel,Al-Jame Al- Saheeh,Hadith6979
11. Ahmad Bin Shoib, Al-Sunan,Hadith 4901,Dar e Sadir, Beroot,1998
12. Al- Bukhari, Muhammad Bin Islamaeel,Al-Jame Al- Saheeh,Hadith6064
13. Al-Tabrezi,Muhammad Bin Abdullah, Mishkat ul Masaabeeh,Hadith 5040, Maktaba Rehmania, Lahore,2010
14. Al-Araf:31
15. Al-Haismi, Majma al Zawaid,Vol:10,P:252, Dar ul Kutab Ilmia, Beroot
16. Ibn e Abi Sheba,Al-Musannaf,Vol:7,P:124, Dar e Sadir, Beroot

17. Al-Hujurat:12
18. Al-Qusheri, Al-Jame Al-Saheeh, Hadith6593,Dar e Sadir, Beroot,1997
19. Al-Tirmazi,Al-Jame,Hadith4147
20. Ibn e Majad, Muhammad Bin Yazeed,Al-Sunan, Hadith4147
21. Al-Darmi,Abdullah Bin Abdul Rehman, Al-Sunan, Hadith 2570,Dar e Sadir, Beroot,2000
22. Al-Zahbi, Kitab ul Kabair, P69 Dar e Sadir, Beroot
23. Abn e Abi Sheba, Al-Musannaf,Hadith25346,Dar e Sadir, Beroot
24. Al-Nisai, Ahmad Bin Shoib,Al-Sunan,Hadith 5005